خلافت و ملوکیت کی حقیقت

سراج مچھلی شہری

خلافت و ملوکیت کی حقیقت

(جدید اڈیشن)

مصنفہ: محمد سراج الحق مچھلی شہری

سنہ ۱۹۷۱ء

قیمت ۷۵ پیسے

مصنّف — محمد سراج الحق سراج مچھلی شہری

ناشر — مظہر عزیز سہیل (نبیرہ مصنّف)

طابع — تاج آفسٹ پریس - الہ آباد

خوشنویس — رضوان الہ آبادی

ملنے کے پتے

۱- مظہر عزیز سہیل ۶۳۵ - حسن منزل - الہ آباد

۲- مکتبۂ عرفان، ۲۲۹/۷ - روشن باغ - الہ آباد

۳- مکتبہ اسلامی ادب، للہ پور - فاطمان - بنارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِلّٰہِ الرَّبِّ الرَّحِیْم عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم لِاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکِرَام لِلنَّفْسِ الدَّنِیَّۃ
حَامِدًا وَّمُثْنِیًا مُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا مَادِحًا وَّمُبَجِّلًا زَاجِرًا وَّمُسْتَغْفِرًا

فصل اوّل

"خلافت و ملوکیت"

عنوان بالا پر ماضیٔ قریب میں ہند و پاک کے بعض خطباء اور ادباء نے تقریریں بھی کیں اور تحریریں بھی لکھیں اور اپنے اپنے طرزِ فکر کے مطابق خطابت اور صحافت کی ایسی داد دی کہ اسکے بعد کچھ لوگوں کا خیال یہ بھی ہوا کہ اب اس موضوع پر قلم اٹھانا بے ضرورت ہوگا لیکن کچھ تو اس موضوع کی اہمیت کو اور کچھ مسلمانوں کے رجحان کو ادھر دیکھکر میں نے بھی ہمت کی ہے کہ اس عنوان کے متعلق اپنے خیالات و معلومات ضبط و قلمبند کر کے امت کے سامنے پیش کروں۔ میری تحریر کا اگر کوئی اور فائدہ نہ ہو تو اس فائدہ کو بھی کچھ کم نہ سمجھنا چاہیئے کہ میری تحریر سے اس پر زور خطابت اور پر شور صحافت کی صحیح قدر و قیمت نمایاں تر اور انکے سامنے میری تحریر کی اصل حیثیت واضح تر ہو جائیگی۔ وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ

خلافت اور "ملوکیت" کے الفاظ اگرچہ بہت کثرت سے اردو میں استعمال ہوتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ لوگ ان الفاظ کو شاید انکی لغوی اور دینی قدر و قیمت سمجھے بغیر ہی استعمال کرتے رہتے ہیں۔ ان کے استعمال کے موقع اور طرز سے کچھ ایسا تاثر ہوتا ہے کہ گویا لوگ ان دونوں کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں کہ نہ خلافت کو ملک و ملوکت سے کوئی تعلق ہے نہ ملک و ملوکت کو خلافت سے کوئی نسبت! نیز یہ کہ ملک و ملوکت کوئی حقیر اور گھناؤنی چیز ہے اور خلافت کوئی برتر اور قابل مدح شے!

اگر واقعی لوگوں یا کچھ لوگوں کا یہی خیال ہے تو، تکلف برطرف غلط ہے۔ پھر چونکہ کچھ لوگ اپنے اسی تصور کی بنا پر ایک قدم آگے بڑھا کر اکثر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بدگوئی بھی کرنے لگتے ہیں اس لئے نصرت صحابہ رض کے نقطۂ نظر سے بھی ایک معتدل اصلاحی رسالہ کی سخت ضرورت تھی اب میں اس تحریر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اسے اہلسنت کے اصلاح عقائد میں معین بنادے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت۔ آمین۔

ذیل میں ہم خلافت و "ملوکت" کے بارے میں الگ الگ اپنے خیالات لکھتے ہیں۔

خلافت ۔۱۔ یہ لفظ مصدر ہے۔ خلف سے بنا ہے جس کے معنی پیٹھ پیچھے کے ہیں، پس اسکے لغوی معنی صرف یہ ہیں کہ کسی کی عدم موجودگی میں اسکی نیابت اور کسی کے بعد اس کے مقاصد کی تکمیل۔ یعنی اسکے نفس مفہوم میں تو ملک و بادشاہی کو مطلق دخل نہیں کسی بھی ادنیٰ فن یا اعلیٰ ہنر کی

جانشینی کے لئے اسے بول سکتے ہیں چنانچہ کسی پہلوان کے جانشین، کسی خطاط یا خیاط کے قائم مقام، کسی ولی اللہ اور کسی نبی و رسول کے وارث و نائب کو عام طور پر خلیفہ بولا ہی جاتا ہے۔

۲- (الف) اسکی تاریخ و تعریف یہ ہے۔ اوّلُ ما کان لھم من مظاھر المدنیہ تاسیس الخلافۃ الاسلامیہ وکان الرئیس یسمّٰی خلیفۃ رسول اللہ .... وھٰذہ الخلافۃ ریاسۃٌ دنیویۃٌ اساسھا الدین (محاضرات الخضری ج ۲ ص ۵) یعنی مسلمانوں میں تمدن کی پہلی علامت انکا خلافت اسلامیہ کی بنیاد رکھنا ہے۔ اسکے سردار کو خلیفۂ رسول اللہؐ کہا جاتا تھا۔ یہ خلافت ایک دنیوی سرداری ہے جسکی بنیاد دین ہو۔ (ب) ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدّی لاقامۃ الدین .... نیابۃ عن النبیؐ (ازالۃ الخفا، ج ۱ ص ۲) یعنی وہ عام سرداری جو حضورؐ کی نیابت میں دین کی اقامت کے لئے ہو۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اصل مالک اور ملک تو صرف حق تعالےٰ ہیں مگر چونکہ اصل ضرورت اور غرض احکام شرعیہ کا اجراء اور نفاذ ہے اور وہ بغیر کسی برتری اور بالادستی کے، بغیر کسی اقتدار و تسلط کے، بغیر کسی ولایت و امارت کے مخلوق میں ممکن نہیں اسلئے انبیاء علیہم السلام کو بھی حق تعالےٰ کی طرف سے پرنور چہرے، خداداد محبوبیت، دلپسند اخلاق، دلنشین تعلیمات، تکوینیات کے معجزات، پرشکوہ خطابت، ملائکہ کی رفاقت، رعب و ہیبت وغیرہ عام سامان برتری تو دئے ہی جاتے ہیں تاکہ انکو مخلوق پر فی الجملہ اقتدار و برتری، ملک و بادشاہی حاصل رہے۔ یہ ملک و

بادشاہی اور بالادستی و برتری نہ ہو تو مخلوق انکے سامنے جھکے کیوں ؟ اور مخلوق نہ جھکے تو آخر یہ حضرات تنفیذ احکام کریں کس پر ؟ ان عام سامانوں کے ساتھ ان حضرات کو ملک و بادشاہی بھی حق تعالیٰ کی نیابت میں ملتی ہے کبھی صرف روحانی اور اخلاقی اور کبھی اسکے ساتھ ملک و بادشاہی ظاہری بھی، لیکن اس ملک و بادشاہی ملنے کے باوجود ان نفوس قدسیہ نے ملک و بادشاہی کو صرف حق تعالیٰ کا حق سمجھا اور دنیا میں ملک الناس بھی ذات باری کو جانا اور آخرت میں مالک یوم الدین بھی انھیں کو مانا اور ملک و بادشاہی میں شریک ہونا اپنی حد سے تجاوز سمجھا اس لئے اپنے لئے خدا کے "خلیفہ" کے لقب اور رسول و نبی کے خلعت پر قانع رہے۔ پس نبی کو بھی عام دنیوی سرداری اور ملوکت ملتی ہے مگر اسلئے کہ وہ حق تعالےٰ کی نیابت میں اسکے احکام کو دنیا میں نافذ کریں۔ اور صحابی اور امتی کو بھی یہی عام سرداری ملتی ہے مگر اسلئے کہ وہ نبی کی نیابت میں احکام دین کو دنیا میں نافذ کریں۔

(الف) الخلافۃ بالمدینہ ---- الخ (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ مرفوعاً باب ذکر الشام)۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میری جانشینی اور خلافت تو صرف مدینہ میں رہیگی، آگے ابو بکرہؓ کی حدیث آرہی ہے وہ بھی اس حدیث ابی ہریرہؓ کی تائید کرتی ہے۔ دیکھئے حضورؐ نے ایک خاص غرض کے ماتحت اپنی خلافت کو مدینہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ یعنی حضورؐ کی نیابت گو مدینہ سے باہر بھی ہو سکتی ہے مگر حضورؐ کی نیابت مخصوصہ تو وہی ہوگی جو مدینہ کے اندر رہے گی۔

(ب) ایک صحابی سیدنا ابوبکرہؓ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے اتری اسمیں آپؐ ابوبکرؓ کے ساتھ تولے گئے تو آپؐ کا پلہ جھک گیا، پھر ابوبکرؓ عمرؓ سے تولے گئے تو ابوبکرؓ وزنی نکلے، پھر عمرؓ اور عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ کا پلہ بھاری رہا اسکے بعد ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سنکر حضورؐ کو کچھ رنج سا ہوا پھر آپؐ نے اسکی تعبیر دی کہ یہ خلافتِ نبوت تھی اسکے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے مُلک دینگے (ابوداؤد و ترمذی) نیز بیہقی کی حدیث ابوذرؓ میں ہے کہ حضورؐ کے ساتھ صرف ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہی کے ہاتھوں میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی تو حضورؐ نے فرمایا یہ خلافت نبوت ہے۔ (یہ معجزہ صرف تین افراد کے ہاتھوں پر ظاہر ہوسکا) دونوں حدیثوں میں حضرت عثمانؓ پر خلافت نبوت کا ختم ہونا فرمایا ہے۔

حدیث الف و ب کو ساتھ ملاکر دیکھئے صاف سمجھ میں آجائیگا کہ حضورؐ خلافت نبوت کو خلیفہ کے مدینہ میں رہنے کی قید سے مقیّد فرمارہے ہیں۔

یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی ہم مضمون اور مؤیّد ہیں۔

(ج) حضورؐ نے ایک صحابی عبداللہ بن حوالہؓ سے فرمایا اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ میری خلافت ارض مقدس (شام) میں پہونچ گئی تو سمجھ لینا کہ زلزلے قریب آنے لگے۔ (ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہؒ ۳۳۲ طبع لکھنؤ بحوالہ ابوداؤد و مشکوٰۃ)۔

اس حدیث میں حضورؐ نے شام میں ہونے والی حکومت کو بھی جسکے والی امیر معاویہؓ تھے اپنی خلافت فرمایا ہے۔ یہی مضمون ایک دوسری

حدیث میں حضورؐ نے یوں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر کے نیچے سے ایک جگمگاتا ستون نور کا نکلا اور وہ شام میں جا کر جم گیا (مشکوٰۃ عن البیہقی بروایت سیدنا عمرؓ) اس جملہ میں امیر معاویہؓ کی خلافت و امارت و نیابت کو حضورؐ نے اپنا ہی نور نبوت فرمایا۔

۳۔ دراصل خلیفۂ رسول اللہؐ تو صرف حضرت ابو بکرؓ ہی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تو حضرت ابو بکرؓ کو حضورؐ کا خلیفۂ مطلق اور نائب برحق لکھا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ تاریخ میں ہمکو یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو تو امت نے خلیفۂ رسول اللہؐ کہا لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو امت نے انکو "خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہؐ" (رسول اللہؐ کے خلیفہ کے خلیفہ) تو کہا خلیفۂ رسول اللہ نہیں کہا، تو اس میں بھی راز یہی تھا کہ عہد صحابہؓ ہی سے تمام امت کے نزدیک رسول اللہ کے خلیفۂ مطلق اور نائب برحق اور خلیفۂ بلافصل اور وصی تو صرف ابو بکرؓ ہی تھے کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ کی تجویز سے خلیفۂ وقت کیلئے "امیر المومنین" کا مختصر لفظ بولا جانے لگا۔ حضرت عمرؓ خلیفۂ ابو بکرؓ تھے اور حضرت عثمانؓ خلیفۂ عمرؓ اور حضرت علیؓ خلیفۂ عثمانؓ۔ اگر امیر المومنین کا لقب نہ تجویز ہوتا تو امت آج تک ہر خلیفہ کو صرف سابق خلیفہ ہی کا خلیفہ کہتی رہتی

(نکتہ) اہل سنت و الجماعت کا یہ جو عقیدہ ہے کہ خلفاء اربعہ میں افضلیت اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے خلافت واقع ہوئی تو اسمیں ایک اہم راز بھی ہے جس کو شاہ عبد الرحیمؒ (والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ) نے سمجھا اور حضرت علیؓ کے ذکر میں لکھا ہے کہ "محققین صوفیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے

قبل کے تینوں خلفاءؓ سے اسی طرح فیض باطنی پایا ہے جس طرح حضورؐ سے پایا تھا" (ارشاد رحیمیہؒ) میرے نزدیک یہ معاملہ صرف سیدنا علیؓ ہی کا نہیں تھا بلکہ حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا بھی تھا یعنی اگر حضرت علیؓ نے اپنے سے پہلے کے تینوں خلفائے سے فیض باطنی پایا تھا تو حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے سے قبل کے دونوں خلفاء سے اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے سے قبل کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ سے فیض باطنی پایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم تینوں حضرات کی استعداد باطنی اور استعداد خلافت میں حضورؐ کے وصال کے بعد کچھ کمی رہ گئی تھی، حضرت عمرؓ کی کمی صرف ایک خلیفہ سے بیعت کرنے اور سوا دو سال انکے زیر تربیت رہنے سے پوری ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ کی کمی اسوقت پوری ہوئی جب پہلے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر کے سوا دو سال انکے زیر تربیت رہے پھر حضرت عمرؓ کی بیعت کی اور دس سال انکے زیر تربیت رہ لیے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کی کمی اسوقت پوری ہوئی جب یکے بعد دیگرے تین خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی اور چوبیس سال تینوں کے زیر تربیت رہ لیے۔ مگر خوب واضح رہے کہ ان تینوں حضرات میں یہ کمی صرف اس مرتبۂ خاص عالی تک پہونچنے کے لئے تھی جس پر پہونچنے کے بعد ان تینوں حضرات کی سنت کو بھی خود حضورؐ کی سنت کے قریب قریب مطاعیت اور مقتدائیت کا عام درجہ مل سکے، ورنہ یہ تینوں حضرات ذاتی جوہر و صلاحیت کے لحاظ سے تو حضورؐ ہی کے زمانہ سے بقیہ صحابہؓ سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ خود حضورؐ ہی نے "عشرہ مبشرہ" والی حدیث میں اور ارحم امتی بامتی ابوبکر والی حدیث

میں ان چاروں کو بقیہ سے مقدم اور خاص ترتیب سے بیان فرمادیا ہے۔

ملوکت - ۱- اگرچہ لفظ خلافت کے ساتھ لفظ "ملوکیت" بہت کثرت سے مستعمل ہے مگر مجھے اس لفظ کی اور اسکے معنی کی دونوں ہی کی صحت میں شک بلکہ بعض وجوہ سے دونوں کے غلط ہونے کا یقین ہے خواہ اسے کتنے ہی بڑے بڑے علماء و فضلاء اور ادباء و خطباء نے استعمال کیا ہو میں اسے غلط سمجھتا ہوں۔

معنی کے لحاظ سے تو اس لئے کہ لوگ اسے ہمیشہ بُری ہی قسم کی بادشاہی اور نفسانیت والی حکومت کے لئے بولا کرتے ہیں۔ حالانکہ نفس ملوکت و بادشاہی بُری نہیں بلکہ ایک خاص قسم کی بادشاہی مذموم ہے جیسا آگے از روئے نقل و عقل تفصیل سے آرہا ہے۔

اب رہی لفظ کے لحاظ سے غلطی تو اسکی تفصیل یہ ہے کہ م-ل-ک کے مادہ سے چند مصادر، مِلک - مُلک - مَلکت - مملکت - ملوکت تو مجھے عربی لغت کی کتابوں میں ملے لیکن ملوکیت مصدر باوجود تلاش مجھے نہیں مل سکا۔ میں بہت شکر گزار اور احسان مند ہوں گا اُن صاحب کا جو مجھے کسی عربی معتبر لغت میں اس کی نشاندہی فرمادیں۔

کئی احادیث میں خلافت و نبوت کا مقابل لفظ "مُلک" ہی آیا ہے ان دو وجوہ سے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت کا مقابل لفظ مُلک ہے، ملوکیت نہیں۔ اگر ہماری یہ دریافت صحیح ہے جسکا ہمیں تو یقین ہے تو پھر ہم اہل علم کو متوجہ کرینگے کہ وہ عوام اور کم علم لوگوں کی تقلید میں "ملوکیت"

بولنا چھوڑ دیں اور استعمال حدیث (مُلک) کو اپنی تحریر و تقریر میں عام کریں
یا دوسرا مصدر ملوکت بولیں غلط لفظ بول کر علمی وقار اور امتیاز کو مجروح نہ کریں۔

میں نے جہاں تک اس غلطی کے متعلق غور کیا تو میری سمجھ میں اس کا منشا دو باتیں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ عوام اردو میں دو عربی مصدر (سہولت اور قبول) کو سہولیت اور قبولیت بولتے ہیں، حالانکہ یہ غلط الفاظ ہیں تو عوام جس طرح سہولت کو سہولیت بولتے ہیں ویسے ہی ملوکت کو بھی ملوکیت بولنے لگے۔ حالانکہ سہل سے سہولت، ملک سے ملوکت، حکم سے حکومت اوزان مصدر بنے اور صحیح ہیں۔ دوسرے یہ کہ جس طرح حاکمیت، مُلکیّت، ذہنیت شخصیت کے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں اسی طرح لوگ بے سمجھے ملوکیت کا لفظ بھی بولنے لگے۔ اگر یہ بات ہے تو قواعد میں اسے مصدر جعلی کہتے ہیں اور یہ بنتا ہے اسم فاعل (وصفت مشبہ) کے بعد ی اور ت مصدری لگانے سے اگر ملوکیت کو اس قاعدہ کے موافق وہ صحیح سمجھتے ہوں تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ مصدر جعلی اسم فاعل وصفت کے صرف واحد کے صیغہ میں "یت" لگانے سے بنا کرتا ہے جمع کے صیغہ میں یت لگا کر نہیں۔ چنانچہ مُلک واحد سے تو مُلکیت بنتا ہے مگر ملائکیت نہ بنتا ہے نہ کوئی بولتا ہے۔ ملوکیت (یعنی ملوک جمع مَلِک اور یت) ایسا ہی ہے جیسے کوئی حاکیت کی جگہ حکامیت بولے۔

خلاصہ یہ کہ عربی لغت کی رُو سے بھی اور استعمالات حدیث کے لحاظ سے بھی ملوکیت کا لفظ مصدر بنا کر خلافت کے مقابل بولنا غلط ہے مُلوکیت

صحیح ہیں اور معنی بھی نفس بادشاہی مطلق بادشاہی کے ہیں نہ کہ مذموم بادشاہی کے۔

۲۔ مُلک (ملوکت بمعنی بادشاہی) اور مَلِک (بمعنی بادشاہ) کے الفاظ میں مطلقاً حقارت کا مفہوم نکالنے والوں نے غالباً قرآن نہیں پڑھا ہے جس میں یہ ہے کہ (الف) حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے هَبْ لِي مُلْكًا فرما کر خدا سے بادشاہی کی تمنا کی تھی (ب) حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ فرما کر مُلک وملوکت ہی کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے وآتاهُ اللهُ الملكَ مقام احسان وامتنان میں فرمایا۔ (د) حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کا سیاسی نظم و نسق انکے انبیاء ہی چلایا کرتے تھے (تسوسہم الانبیاء) پھر اتنا ہی نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اسی مُلک کے لفظ کو خود اپنی ذات عالی کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے ایک جگہ فرمایا لمن الملك اليوم؛ لله الواحد القهار ایک جگہ فرمایا قل اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ایک جگہ اپنے لئے ملك الناس فرمایا۔ ایک جگہ اپنے آپ کو مليكٍ مقتدر فرمایا ایک جگہ فرمایا تبارك الذی بيده الملك پس جو صفت تین اولو العزم انبیاء کے لئے غلط نہیں، جو خود حق تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے غلط نہیں، وہ نہ اصحاب رسول اللہ (حضرات علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) کے لئے غلط ہو سکتا ہے اور نہ خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے غلط ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ خلافت ہی کا لفظ مُلک کے لفظ سے پست تر ہے کیونکہ مُلک تو خدا کی

بھی صفت ہو سکتی ہے مگر خلافت کو خدا کی صفت کہنا تو درکنار اسکا اسکے لئے
تصور بھی کفر ہے۔

۳۔ ذیل کی احادیث کو بھی اس بحث میں پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے (الف) حضورؐ نے فرمایا الملکُ بالشام (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ مرفوعاً اسکا پہلا جزو الخلافۃ بالمدینہ اوپر گزر چکا ہے) ترجمہ یہ ہے کہ حضورؐ فرما رہے ہیں کہ میرا مُلک (میری بادشاہی) شام میں ہوگا۔ اسکی تائید تورات کی یا اسرائیلیات کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضورؐ کے وصف میں آئی ہے کہ مُہَاجَرُہٗ طَیْبَۃُ وَ مُلْکُہٗ بالشَّام یعنی حضورؐ کا دار ہجرت طیبہ (مدینہ) ہوگا اور آپکی بادشاہی شام میں (ازالۃ الخفا اول ص ۲۲۳ طبع لکھنؤ) نیز دو روایتیں اور اسکی تائید کرتی ہیں۔ ۱۔ مشکوٰۃ کی روایت عمرؓ پہلے گزر چکی کہ حضورؐ کو وحی منامی سے معلوم ہوا کہ میرے سر سے نور کا ستون نکلکر شام میں جم گیا۔ ۲۔ بخاری میں ہے کہ شام کے اسقف ہرقل نے ایک دن کہا کہ "مجھے حساب سے معلوم ہوا کہ مَلِکُ الختان" پیدا ہو گئے ہیں" (آنحضرت کے لئے یہ لفظ انکی کتابوں میں ہوگا) دیکھئے ان روایات سے حضورؐ کی ذات اقدس کے لئے مُلک اور مَلِک کے الفاظ صراحۃً ثابت ہیں۔ (ب) ازالۃ الخفاء میں ابویعلی سے بروایت حضرت معاذؓ اور ابو عبیدہ ابن الجراحؓ نقل ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "اس کام (اسلام) کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی پھر آگے چلکر خلافت و رحمت ہو جائیگی پھر ملک عضوض (کٹکھنی حکومت) ہوگی الخ۔ (ص ۲۶۳)۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء اول ص ۲۴۶ پر لکھا ہے کہ "ازانجملہ وہ حدیثیں جو اس بات پر

دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت اس ترتیب سے ہوگی کہ پہلے نبوت ورحمت۔ اسکے بعد خلافت ورحمت اور ایک روایت میں خلافت بر منہاج نبوت۔ اسکے بعد کاٹنے والی بادشاہت (ص۲۴۶) تو شاہ صاحبؒ نے حدیث ابوبکرہؓ کے لفظ مُلک کا مطلب بھی "مُلک عضوض" ہی لیا ہے۔

۴۔ حضورؐ نے کبھی اسی مُلک وبادشاہی کے لئے لفظ "ولایت" بھی استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ (الف) آپؐ نے سیدنا علیؓ سے فرمایا یا علی ان وُلّیتَ الامر بعدی فاخرِج اہل نجران من جزیرۃ العرب جمع الفوائد اول ص۳۲۴) یعنی اے علیؓ اگر تم میرے بعد کبھی اس امر پر والی بنو تو اہل نجران (نصاریٰ) کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔ (افسوس سیدنا علیؓ سبائیوں میں گھرے رہنے کی وجہ سے اس منشاء نبوی کی تکمیل اور اس حکم کی تعمیل نہ کرسکے)۔ (ب) آپ نے سیدنا معاویہؓ سے فرمایا "اِن وُلّیتَ امراً الخ" (جمع الفوائد اول ص۳۲۴) یعنی اے معاویہؓ اگر تم کبھی حاکم بنو تو اللہ کا تقویٰ (وبروایت دیگر نیکی اور انصاف) کو اختیار کرنا۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ انکے تقویٰ۔ علم وحلم۔ احسان وعدل ہی کا نتیجہ تھا کہ ساری امت نے انکے سال خلافت کو "عام الجماعت" اور انکے پورے دورِ خلافت کو رحمت ونعمت ہی محسوس کیا۔ کیونکہ حضورؐ فرماگئے تھے کہ "میں نے دیکھا کہ میرے سر کے نیچے سے میرا نور جگمگاتا ستون نکل کر نکلا اور شام میں جاکر جم گیا"۔ نور کے شام میں جانے سے مراد حضورؐ کی شانِ ملوکیت وبادشاہی کا شام

ہیں پہونچنا اور وہاں مستقر ہو جانے اور ایک موٹے ستون کیطرح جم جانے سے مراد نہایت کامیاب، رحم بھری، مضبوط بادشاہی ہے جو خاتم الانبیاء کی شان اعلیٰ کے مناسب ہو۔

خلاصۂ بحث:۔ غرض انبیاء علیہم السلام کو خدا کی طرف سے جو نبوت ملتی ہے اسکی تہوں میں قدرتی طور پر ملک وملوکت مخفی مندرج اور مندمج رہتی ہے۔ یعنی نفس نبوت، ایسی ملوکت و بادشاہی ہے جس پر سراپا خدائی چھاپ لگی رہتی ہے۔ ایسا ملک یا وہ ملوکت جس پر خداداد تقدیس اور ملکوتی معصومیت کی موٹی تہہ چڑھی رہتی ہے کہ پھر انبیاء کا سوچنا، انکا بولنا، انکا چلنا، انکا ہنسنا انکا غصہ کرنا، انکا جنگ کرنا، انکا رحم کرنا سب اللہ تعالےٰ کے حکم واشارہ سے اسی کے حکم ومنشا کے مطابق ہوتا ہے۔ حق تعالےٰ انکے ہاتھ بنجاتے ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، انکی آنکھیں بنجاتے ہیں جنسے وہ دیکھتے ہیں، انکے کان بنجاتے ہیں جنسے وہ سنتے ہیں، انکے پیر بنجاتے ہیں جنسے وہ چلتے ہیں، وہ اگر کنکریاں پھینکتے ہیں تو وہ نہیں حق تعالےٰ پھینکتے ہیں۔

اب بعض انبیاء کو تو ملک وملوکت، بادشاہی اور اقتدار باطنی ہی ملتی ہے جو نبوت میں مخفی رہتی ہے اور بعض کو ملک وملوکت ظاہری بھی ملتی ہے۔ نبی کی ملوکت باطنی میں بھی وہ تمام قدرت وطاقت حاصل رہتی ہے جو کسی ظاہری ملک وبادشاہ کو حاصل رہتی ہے اگر بادشاہ ظاہر کے زیر فرمان بہت سے انسان رہتے ہیں تو نبی کے زیر فرمان بھی بہتیرے انسان اور انکے ساتھ تمام جن۔ حیوانات۔ فرشتے اور خود عناصر اربعہ تک رہتے ہیں۔

اگر بادشاہ غصہ میں اپنے جلاد سے کسی کو قتل کرا سکتا ہے تو نبی کے دشمن کو جنگل کا شیر آکر ہلاک کرتا اور نبی کا جلاد بنجاتا ہے (واقعہ عتبہ بن ابی لہب اور شیر) اگر بادشاہ کسی کو اپنے پیادوں کے ذریعہ گرفتار کرا سکتا ہے تو نبی کے مجرم اور اسکے گھوڑے کو زمین پکڑ کر قید کر لیتی ہے (واقعہ سراقہ بن مالک) اگر بادشاہ کسی کو خوش ہو کر زر و سیم عطا کر سکتا ہے تو نبی اپنے خادموں کے ذریعہ کسرائے شاہ فارس کے سونے کے کنگن دلا دیتا ہے۔ (واقعہ سراقہ مذکور اور سیدنا عمرؓ) اور کبھی وہ چھوٹے سے ٹکڑے کو اپنے دست مبارک میں لیکر مطلوبہ وزن کے برابر سونا بناتا اور بخشد یتا ہے (واقعہ سلمان فارسی اور زر مکاتبت)۔

نبوت اور ملک کا باہمی تعلق ایسا سمجھ میں آتا ہے جیسے لوہے کی رکابی پر تام چینی کا موٹا اور حسین و محبوب ضماد چڑھا رہتا ہے۔ جبتک ضماد پورا ہے وہ تام چینی ہی کا محبوب پلیٹ ہے وہ ضماد کچھ کم بھی ہو جاتا ہے تب بھی اسکا نام تام چینی ہی کا پلیٹ ہے اور وہ محبوب ہی رہتا ہے۔ لیکن جب ضماد اتنا چھوٹ جائے کہ لوہے کی مکروہ سیاہ شکل صاف نظر آئے تب البتہ وہ لوہا کہا جائے گا اور وہ نفرت اور کراہت کی چیز بنجائیگی۔

یہ مضمون ایک حدیث نبوی میں بھی آیا ہے۔ مسلم شریف میں ایک طویل حدیث حضرت عتبہؓ بن غزوان سے مروی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے "۔۔۔ انھا لم تکن نبوۃٌ قطُّ الا تنا سخت حتیٰ یکون عا قبتھا مُلکاً۔۔۔ الخ یعنی ۔۔۔ دنیا میں کبھی کوئی نبوت نہیں آئی مگر یہ کہ وہ آخر

بدلتی رہی بدلتی رہی یہاں تک کہ اسکا انجام بادشاہی ہوگیا۔ غور کرو پہلے انسان حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نبی و رسول تھے انکو اپنی تمام اولاد پر سرداری حاصل تھی۔ اسکے علاوہ جن و حیوان پر، عناصر اربعہ پر دوسرے انبیاء کی طرح بحکم خدا ملک و ملوکت حاصل تھی۔ دنیا کو ظاہری اقتدار اور ظاہری ملک و ملوکت کا تصور حضرت آدم کے اسی اقتدار سے ہو سکا پس اگر ہر نبوت کا انجام ملک و ملوکت کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا تو ہر ملک و ملوکت کا آغاز بھی نبوت ہی سے ہوا۔ لیکن جیسا میں کہہ چکا ہوں نبی کا ملک و ملوکت برائے ملک و ملوکت اور انکی بادشاہی برائے نفس نہیں ہوتی تھی۔ انکو دراصل تنفیذ و اجراء احکام الٰہیہ کی ضرورت سے یہ بادشاہی (باطنی تو ہمیشہ اور کبھی ظاہری کے ساتھ) ملتی تھی، البتہ جب ملوکت و بادشاہی غیر انبیاء میں پہونچی تو نیتوں سے للٰہیت و خلوص، دلوں سے خدا کا خوف رفتہ رفتہ کم بلکہ گم ہوتا گیا۔ مخلوق خدا کو اور احکام خدا کو امانت سمجھنا فراموش ہونے لگا اور دنیا کے ان گنت بادشاہ اور انکے خاندانوں کے افراد نفس پرستی، عیاشی اور ظلم پر جمے رہے۔ عدل خداوندی اور فضل خداوندی کچھ دنوں میں انکا خاتمہ کرکے دوسرے افراد و قبائل کو امتحان کے طور پر بادشاہی اور ملوکت کا موقع دیتا رہا نفس پرستی کی ان تاریک راتوں میں کبھی کبھی کچھ رحمدل نیک نیت بادشاہ بھی روشن ستاروں کی طرح چمکتے اور اپنی روشنی سے دنیا کو چمکاتے اور رہنے کے قابل بناتے رہے۔

تاریخ کے ایسے تغیرات و انقلابات کو بغور دیکھکر علماء نے (نبوت کے

بعدہ ملوکت و بادشاہی کی چار قسمیں کیں جو معقول بھی ہیں اور ایک دوسرے سے خاصی ممتاز بھی :-

(۱) وہ ملوکت و بادشاہی جسے نبی کے صحابی نے تعلیمات نبی کے مطابق ہی انجام دی ہو اور ہوئی ہو اور ہو بھی اسکے مقاصد عالیہ کی تکمیل اُسی کے مرکز اور سجادے پر رہکر کی ہو۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہ نبی نے اسے مرکز میں رہنے کے ساتھ مقید بھی کر دیا ہو۔

(۲) وہ ملوکت و بادشاہی جسے نبی کے صحابی نے تعلیمات نبی کے مطابق ہی انجام دی ہو اور نبی ہی کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کی ہو مگر مرکز سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ دربار خلافت لگایا ہو۔

(۳) وہ ملوکت و بادشاہی جو "غیر صحابی" یعنی کسی نیک نیت متبعِ سنت مخلص امتی کے ذریعہ ظاہر ہوئی ہو۔

(۴) وہ ملوکت و بادشاہی جو کوئی نفس پرست، خود غرض انسان کسی نبی کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر کے بلکہ اس سے منحرف اور عذاب دوزخ سے بے پروا ہو کر انجام دے۔

علماء نے پہلی قسم کے لئے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ خلافت برقدمِ نبوت۔ خلافت راشدۂ خاصہ کی اصطلاحیں مقرر کی ہیں مگر حدیث میں اسکو خلافت نبوۃ اور بعض جگہ خلافت رحمت کہا ہے۔ اسکا نمونہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافتیں ہیں۔ اسی کے لئے حضور نے مدینہ میں ہونے کی قید بھی لگا دی ہے۔ ان تینوں خلافتوں میں کیڑے نکالنے اور بُرا کہنے

کی کوشش خالص زندقہ و بددینی ہے کیونکہ وہ معاذ اللہ نبوت ہی میں کیڑے نکالنے کے برابر ہے۔ اس قسم میں جب خود حضورؐ نے انھیں تین حضرات کا نام متعین فرما دیا ہے اور بقول شاہ ولی اللہ صاحبؒ ایسے ارشادات رسولؐ حد تواتر کو پہونچے ہوئے ہیں تو کیا حق ہے کسی کو کہ اس قسم میں کسی اور کا بھی اضافہ کرے۔ ان تینوں حضرات کا یہ اعزاز اسی لئے ہے کہ انکے دربار خلافت اُسی مسجد نبوی میں لگتے رہے جس کے ایک گوشہ میں خود حضرت ختمی مرتبت صلعم اپنی قوی ترین حیات برزخی کے ساتھ آرام فرما ہیں گویا خود حضورؐ پس پردہ تشریف رکھکر اپنی اعلا روحانیت کے برکات و تصرفات سے ان تینوں حضرات سے یکے بعد دیگرے اپنی نگرانی میں کام لے رہے اور مناسب ہدایات دے رہے تھے۔

دوسری قسم کے لئے اہل علم نے خلافت راشدہ مطلقہ۔ خلافت محضہ ملوکت نبویہ۔ خلافت راشدہ کی اصطلاحیں مقرر کیں۔ مگر حدیث میں اس کو کہیں خلافت کے مقابل میں ملک اور کہیں خلافت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اسکا نمونہ، حضرات سیدنا علی۔ معاویہ۔ حسن۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کی خلافتیں ہیں۔ یہ خلافتیں راشدہ تو اسلئے ہیں کہ صحابہؓ کی ہیں اور تمام صحابہؓ خطاب قرآنی "ھم الراشدون" کا بالیقین مصداق ہیں مگر راشدہ مطلقہ ہیں راشدہ خاصہ نہیں اسلئے کہ مدینہ کی قید خاص سے محروم ہیں۔ خلافت اس لئے کہ وہ صحابی ہیں اور آپؐ کی جانشینی دوسرے مقامات میں کر رہے ہے اور ملک اس لئے کہ وہ ملوکت نبویہ کا نمونہ ہیں۔

تیسری قسم کے لیئے اہل علم نے ملوکت عادلہ و ملوکت رحیمہ کی اصطلاحیں بنائیں اسلئے کہ احادیث میں "ثُمَّ مَلِكٌ وَرَحْمَةٌ" کا لفظ تھا اسکا نمونہ حضرات عمر بن عبد العزیز۔ سلطان شمس الدین التتمش۔ سلطان محمود گجراتی سلطان صلاح الدین۔ سلطان ناصر الدین۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہم اللہ اور بہت سے نیک متبع شریعت اسلامی بادشاہ تھے۔

اس قسم کے بادشاہوں کے زمانوں کو خلافت راشدہ میں شامل کرنا غیر صحابی کو صحابی کے برابر بنانا ہے۔

رہی چوتھی قسم تو وہ بدترین قسم کی بادشاہی و ملوکت ہے بلکہ وہ سرے سے بادشاہی نہیں۔ وہ ننگ بادشاہی ہے۔ رہزنی ہے نفس پرستی ہے۔ دنیا داری ہے۔ خود غرضی اور خود رائی ہے۔ وہ شیطان کی پیروی اور کفار کی مشابہت ہے۔

ان چاروں قسموں میں پہلی قسم کی ملوکت و بادشاہی نبوی بادشاہی کا اعلا ترین نمونہ ہے اور دوسری قسم کی ملوکت و بادشاہی بھی نبوی بادشاہی کا دوسرا نمونہ ہے اور تیسری قسم کی ملوکت و بادشاہی زیادہ سے زیادہ اسلامی احکام کے مطابق ہے۔ ان تینوں میں قانون صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا چلتا ہے۔ اسلیئے یہ تینوں ہی قسمیں ظل اللہ ہیں مخلوق پر خدا کا سایہ ہیں۔ اس لیئے کہ انکے سربراہ کار (علیٰ اختلاف مراتبھم) صحابی یا دیندار امتی احکام شرعیہ ہی کا اجرا کرتا اور خدا کی نافرمانی اور دوزخ کے عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ پہلی دو قسموں کے سربراہ کاروں

سے بشریت کی بنا پر تو سہو و خطا ہو سکتی ہے مگر ان سے عمداً خلاف شرع کام ہونا اس حفاظت الٰہی سے مستبعد اور تقریباً نا ممکن ہے جو اللہ نے امت تک کو حاصل رہتی ہے۔ ہاں تیسری قسم کے سربراہ کا اسے عمداً خلاف شریعت ہو سکتا ہے۔ مگر محض اتنے سے نہ خود وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا اور نہ اسکی اطاعت سے کوئی مسلمان سرتابی کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے اسکی بغاوت و نافرمانی سے منع فرمایا ہے اور اس کے لئے دعائے خیر و صلاح کرتے رہنے کا ہی حکم دیا ہے۔ البتہ چوتھی قسم کی بادشاہی میں قانون حکومت خود بادشاہ بناتا اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا ہے وہ قانون سازی سے لیکر احکام کے اجراء و انفاذ تک کسی مرحلہ میں بھی کسی بالادست اقتدار کے ماتحت رہنا اور اپنے کسی فعل میں اپنے کو دنیا کے (بلکہ نعوذ باللہ خدا کے) سامنے جوابدہ ہونا نہیں چاہتا۔

یہاں اتنی بات اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہر نبی نے اپنے بعد اپنے بہترین صلاحیت رکھنے والے صحابیوں کو امت کا کام سنبھالنے کی وصیت برابر کی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے بعد اپنے تین صحابیوں (حضرات یوشع۔ کالب۔ یوساقوس) کو یکے بعد دیگرے خلافت کی وصیت فرمائی تھی۔

کسی کی جانشینی کبھی تو اصل حاکم کی عارضی غیبت (سفر یا بیماری) میں ہوتی ہے یہ بمنزلہ اسکے ہوتی ہے گویا حاکم پس پردہ موجود ہے اور اسکا نائب ہر لحظہ حاکم اصلی کو موجود سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ حاکم مجھ سے

اپنی نگرانی میں کام لے رہا ہے۔ یہ صورت زیادہ ترمرکز میں ہوتی ہے انہیں سے پہلی صورت کا جانشین زیادہ معزز ہوتا ہے۔ کسی کلکٹر کے اگرچہ ڈپٹی اور اور نائب کئی ہوتے اور مختلف مقامات پر کام کرتے ہیں مگر مرکز اور ہیڈکوارٹر پر جو ڈپٹی ہوتا ہے اسکا درجہ یقیناً بقیہ سے زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک مرشد کامل کے کئی خلفاء اپنی اپنی جگہ کام کرتے ہیں مگر مرشد کے سجادہ پر جو خلیفہ ہوتا ہے اسکا اعزاز کچھ خاص ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح نبوت و رسالت مُلوکت الٰہیہ کا ہو بہو چربہ اور ایسی مُلوکت و بادشاہی ہوتی ہے جس پر سرتا پا خدائی چھاپ ہو اسیطرح خلافت بھی مُلوکت نبویہ کا ہو بہو چربہ اور ایسی ملوکت و بادشاہی ہوتی ہے جسپر سرتاپا نبوت کی چھاپ لگی رہتی ہے۔ یہ چھاپ خلافت راشدہ مطلقہ میں کچھ ملکی ہو جاتی ہے اور جسطرح نبوت و رسالت خدا کے خاص انتخاب سے کسی کو ملتی ہے اسی طرح خلافت خاصہ بھی خدا ہی کے اشارات اور نبی کے انتخاب اور ارشاد ہی سے کسی کو ملتی ہے۔ جس طرح انسانوں کے انتخاب و تجویز سے کسیکو نبی نہیں بنایا جا سکتا اسی طرح نبی کا خلیفۂ خاص بھی اُمت کے انتخاب اور تجویز سے کسی کو نہیں بنایا جا سکتا۔ نبوت، خلافت اور مُلوکت کا باہمی رشتہ یہ تھا جو بیان ہوا، یہاں ممکن ہے ذہنوں میں کچھ شبہات گذریں اسلئے ہم چند شبہات اور انکے حل اب لکھتے ہیں۔

شبہہ اول - کیا نبی بھی مَلک و بادشاہ ہے اور ہم اسکے منصب و مقام کو مُلک و ملوکت کہہ سکتے ہیں؟ جواب اوپر گزر چکا ہے کہ حضرات انبیاءؑ

کو مُلک اور انکے منصب کو مُلک و ملوکت لغت اور بعض حدیث کی رو سے کہہ تو سکتے ہیں مگر ادباً اور دینی مصلحت سے کہنا نہیں چاہئے، اِلاّ یہ کہ انکو ملوکت ظاہرہ بھی عطا کی گئی ہو۔

شبہہ دوم - کیا سیدنا علیؓ خلیفہ نہیں مُلک تھے اور انکا منصب ملوکت تھا؟ جواب گزر بھی چکا ہے کہ آپ حضورؐ کے خلیفہ بھی تھے اور مُلک بھی تھے۔ مُلک تو اسلئے کہ مدینہ میں نہ رہے، نیز حضورؐ نے عثمانؓ کے بعد کے زمانہ کو مُلک بلکہ مُلک عضوض فرمایا ہے۔ مگر چونکہ آپ کی خلافت کا انعقاد مدینہ میں ہو چکا تھا اور آپ صحابیٔ جلیل تھے اسلئے آپ کا دورِ خلافت کا تھا اور آپ خلیفۂ رسول تھے اور خلیفۂ راشد بھی تھے۔ البتہ چونکہ خلافت خاصّہ میں خود حضورؐ نے آپ کو شریک اور شامل نہیں فرمایا اسلئے آپکی خلافت راشدہ خاصہ نہ تھی۔

شبہہ سوم - کیا سیدنا معاویہؓ مُلک نہیں خلیفۂ رسول تھے؟ جواب یہ ہے کہ آپ بھی صحابیٔ رسول "ہم الراشدون" کے ایک مصداق تھے اس لئے خلیفۂ راشد بھی تھے اور مُلک بھی۔ ملک تو اسلئے کہ مدینہ میں قیام نہ کیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ "میرا ملک شام میں ہوگا"۔ اور فرمایا میرا نور ستون بنکر شام میں مضبوطی سے جم گیا" حضورؐ چونکہ خود شام میں بادشاہی کرنے تشریف نہیں لے گئے تھے اسلئے حضرت معاویہؓ کی وہ بادشاہی حضورؐ ہی کا نورِ نبوت تھا جو بیسؔ سال تک مضبوطی سے وہاں جما رہا۔ اور خلیفہ اسلئے کہ حضورؐ ہی کے ابن عم تھے اور دعا یافتہ تھے۔ نیز اسلئے کہ حضورؐ نے ایک صحابی ابن حوالہؓ سے فرمایا بھی تھا "کہ خلافت جب شام میں پہونچ جائے ... الخ" مشکوٰۃ

مگر خلافت خاصّہ نہ تھی۔

جس طرح چند امور جن کو بظاہر خود حضورؐ ہی کی حیات میں آپ ہی کے ہاتھوں ظاہر ہونا چاہیئے تھا اور چند کارنامہائے نبوت جو آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ کے ذریعہ ظاہر ہوئے مثلاً فتنۂ ارتداد کا فرو کرنا حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ذریعہ۔ ایران جیسے مرکز فتن ملک کو فتح کرنا حضرت عمرؓ کے ذریعہ۔ اور خاندانِ نبوت کی زبان (محاورۂ قریش) کو سرکاری زبان قرار دیکر قرآن کی تلاوت کو صرف سرکاری زبان میں مخصوص بنا دینا حضرت عثمانؓ کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ یا جس طرح حضورؐ نے اپنے بعض صحابہؓ کو اپنی بعض صفت و تعلیم میں درجۂ اختصاص و امتیاز حاصل ہونے کی سند خود عطا فرمائی اور اسکا اعلان بھی فرمایا کہ "ابو بکرؓ میں میری شان رحمت۔ عمرؓ میں میری دینی شدت۔ عثمان میں میری صفت حیا و عفت۔ علیؓ میں میری تعلیم قضا (خصوصیت) زیدؓ میں میرا علم فرائض و وراثت۔ اُبیؓ میں میری تعلیم تجوید و قراءۃ۔ معاذؓ میں میری حلال و حرام کے علم کی مہارت۔ ابو عبیدہؓ میں میری صفت امانت (دوسروں سے ممتاز) ہے"۔ اسی طرح سیدنا امیر معاویہؓ میں بھی حضورؐ ہی کی "شان ملوکت" دوسروں سے ممتاز تھی اور انھوں نے شام جیسے مسکن انبیاء بنی اسرائیل میں حضورؐ کی نمایندگی کر کے آپؐ کی شانِ ملوکیت اس آب و تاب اور اس زور سے ظاہر کی جسکی صورت مثالی حق تعالےٰ نے حضورؐ کو خواب کی وحی کے ذریعہ سے ایک مضبوط و مستحکم جگمگاتے ستون نور کی شکل میں دکھائی جو شام میں جا کر بیس سال تک مضبوطی سے جما رہا۔

چوتھا شبہہ۔ حضورؐ نے جب "الملک بالشام" فرمایا اور حضرت علیؓ کے زمانہ کو بھی "ملک" فرمایا تو یہ کیوں نہیں فرمایا کہ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالکوفہ والشام؟ جواب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کا دور جیسا گزرا ویسا سب کو معلوم ہے خود سیدنا علیؓ برابر پریشان رہے اور اپنے زیردستوں سے سخت نالاں رہے تو ایسی بادشاہی کا ہونا نہ ہونا برابر تھا نہ حضورؐ ایسی بادشاہی کو اپنی بادشاہی فرمانا پسند فرما سکتے تھے جس میں نہ اقتدار نہ پائیداری۔ پھر سیدنا علیؓ کا زمانہ بھی مختصر رہا اس لیۓ حضورؐ نے اسکا اعتبار نہیں فرمایا نہ اسے اپنا نور فرمایا نہ اسے اپنی بادشاہی۔ البتہ سیدنا معاویہؓ کو شام میں مثالی اقتدار نصیب رہا اور بیس برس تک وہ اقتدار ممتد رہا۔ اسلئے حضورؐ نے الملک بالشام بھی فرمایا اور اسے اپنی طرف نسبت دیکر اپنا نور بھی فرمایا۔

پانچواں شبہہ۔ حدیث ابوبکرہؓ میں حضورؐ نے حضرت عثمانؓ تک خلافت نبوت فرماکر پھر مبہم کیوں فرمایا کہ پھر جسے اللہ چاہے گا اسے "ملک" دیگا جب آپکو بتادیا گیا تھا کہ عثمانؓ کے بعد دور علیؓ ہی کا ہوگا تو آپنے عثمانؓ کے بعد علیؓ کا نام صراحۃً کیوں نہ لیا؟ جواب یہ ہے کہ آپکی مبارک نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ سیدنا علیؓ کو پورا تسلّط نہ ملیگا، امت ان پر اجتماع اور اتفاق نہ کریگی ملک میں ان سے نہیں کسی دوسرے سے امن قائم ہوگا تو آپنے اسے مبہم ہی رکھا گویا یہ اشارہ کردیا کہ انکو بادشاہی ملنے میں کوئی اور بھی شریک اور حریف بنیگا پھر جسے اللہ دے۔ چنانچہ حضورؐ نے جس لفظ سے سیدنا علیؓ کو خلافت ملنے کی اطلاع دی اِنْ وُلِّیْتَ ٹھیک اسی لفظ سے

سیدنا معاویہؓ کو بھی خلافت ملنے کی اطلاع دی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضورؐ کی نظروں میں دونوں کی خلافت، ملوکت اور ولایت تھی اور ایک درجہ کی تھی۔

چھٹا شبہہ ۔ کیا سیدنا معاویہؓ کو سیدنا علیؓ کے ساتھ ایک قسم ملک و بادشاہی میں شریک بتانا بدعت و ناانصافی یا سیدنا علیؓ کی منقصت نہیں؟ جواب یہ ہے کہ بدعت و ناانصافی تو جب ہو کہ جب اسکی اصل یا نظیر قرون اولیٰ میں نہ ہو۔ بعد کی پیداوار ہو۔ یہ نظریہ تو تمام صحابہؓ کا تھا۔ بخاری میں سیدنا ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کی حیات مبارکہ میں ہم صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ سب سے اونچے ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ عنہم ۔ پھر ہم بقیہ تمام صحابہؓ کو چھوڑ دیتے تھے (ایک درجہ میں رکھتے تھے) کہ کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے تھے۔ اس حدیث سے اگر قطع نظر بھی کر لیا جائے تو تاریخ میں دونوں حضرات کے عہد خلافت کے احوال موجود ہیں انکی گواہی ہے کہ سیدنا معاویہؓ اقامت امن اور طریق جہانبانی میں حضرت علیؓ کے برابر بلکہ کچھ بڑھے ہی ہوئے تھے۔ مگر یہ ایک جزوی فضیلت ہے اس سے ہر لحاظ سے امیر معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے بڑھکر ہونا تو کیا برابر ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ یہ ایک صاف سی بات ہے اگر دل میں رفض و عناد کی بیماری نہ ہو تو اسکے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہیں۔

ساتواں شبہہ ۔ حضرت علیؓ کو آخر حضورؐ نے خلافت نبوت کے درجہ میں کیوں نہیں رکھا؟ جواب یہ ہے کہ خلق اور خالق دونوں ہی کے نزدیک ایک اصول مسلّم ہے اور وہ ہے "عزت بقدر مشقت" اسلام قبول کرنے اور اسکی اشاعت کرنے پر خلفائے ثلاثہ نے جتنی اذیت کفار مکہ کے ہاتھوں اٹھائی ہے وہ

تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔ حضرت علیؓ حضورؐ کے یہاں پرورش پانے کی وجہ سے جملہ مشقتوں سے محفوظ رہے۔ حضورؐ نے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو تقدیر کے اشارہ پر صرف خلفاء ثلاثہ ہی کو حکم دیا کہ میرے پتھر سے ملاکر اپنے پتھر رکھو۔ مرکز اسلام و دین کی اس بنیاد میں حضرت علیؓ کسی وجہ سے ان چاروں پتھروں سے ملاکر پتھر نہ رکھ سکے۔ اسی طرح قرآن کے سلسلے میں جو اسلام اور دین کا دوسرا مرکز و محور تھا خلفاء ثلاثہ کی ہی مساعی ہونیوالی تھیں حضورؐ کی مبارک نگاہیں وحی الٰہی کی مدد سے انکو دیکھ رہی تھیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تمام ذخائر احادیث کھنگال کر پندرہ یا سولہ ارشادات نبوی کو ازالۃ الخفا میں یکجا جمع کرکے اہلسنت کی بے خبری و غفلت دور فرمائی اور خلافت نبوت میں صرف خلفاء ثلاثہ کے ہونے کو تواتر سے ثابت کیا ہے ہم دوسری فصل میں انکو نقل کرینگے۔ اسلام اور دین کے دو مرکزوں (مسجد نبوی کی بنیاد اور قرآن کی حفاظت اور خدمت) میں چونکہ صرف خلفاء ثلاثہؓ ہی حصہ لینے والے تھے اسلئے حضورؐ نے خلافت نبوت کے لئے مدینہ میں رہنے کی قید و شرط لگادی اسی لئے صرف انھیں تین خلفاء کی خلافت کا انعقاد بھی مدینہ میں ہوا یہی تینوں تمام ایام خلافت میں مدینہ ہی میں رہے انکی قبریں بھی مدینہ ہی میں ہیں۔ سیدنا علیؓ نہ مدینہ میں رہے نہ قبر مدینہ میں ہے۔

یہ تھے تقدیری معاملات اور دینی خدمات تینوں خلفاءؓ کے جن میں سیدنا علیؓ شریک نہ تھے۔ اسلئے خدا اور رسولؐ کے فیصلہ میں خلافت نبوت بھی خلفائے ثلاثہ ہی میں محدود رہی۔

تذییل

اوپر ملک شام کا ذکر آیا ہے تو جی چاہتا ہے چند امور اور عرض کر دوں :-

(الف) قرآن میں ہے ...... الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ "یعنی وہ دور والی مسجد جس کے ارد گرد کی زمین (شام) کو ہمنے برکت والی بنایا ہے۔ بارکنا حولہ کی تفصیل علماء نے یہ بتائی ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا دار ہجرت اور آخری موطن تھا۔ بہت سے اسرائیلی انبیاء کا وطن اور مدفن تھا۔ متعدد انبیاء اور خاص کر حضرت خاتم الانبیاء کا انکے سفر معراج میں آخری ارضی اسٹیشن تھا۔ کثرت سے باغات وانہار وپیداوار کا مخزن تھا ابدال تکوینی کا مسکن تھا۔ خدا کی تین مقدس زین مساجد میں سے تیسری مسجد کا مکمن تھا۔

(ب) شام کی مدح میں دو حدیثیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول مشکوٰۃ میں مسند احمد سے شریح بن عبید کی روایت نقل کی گئی ہے کہ سیدنا علیؓ کے سامنے ایک بار اہل شام (سیدنا امیر معاویہؓ اور انکے ساتھیوں) کا ذکر چھڑ گیا کسی نے کہا اے امیر المومنین ان پر لعنت کیجئے، فرمایا نہیں میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ ابدال شام ہی میں رہتے ہیں۔ انکی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹا دیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ "حضورؐ نے عبداللہ بن حوالہؓ سے فرمایا عنقریب معاملات ایسے ہو جائیں گے کہ امت کئی ٹکڑیوں میں بٹ جائیگی۔ ایک شام میں، ایک یمن میں، ایک عراق میں۔ ابن حوالہؓ

نے کہا یا رسول اللہ اگر مجھے وہ زمانہ ملجائے تو آپ ہی انہیں سے میرے لئے کسی کا انتخاب فرما دیجئے کہ میں اسکے ساتھ رہوں"۔ آپؐ نے فرمایا علیک بالشام ۔۔۔۔ الخ تم شام کو اختیار کرنا کیونکہ وہیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہر جگہ سے سمٹ کر جمع رہتے ہیں اور اگر تم یہ نکرنا چاہو تو خیر یمن سہی وہیں کے تالابوں سے سیرابی حاصل کرنا ۔۔۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تو میرے لئے شام میں کفالت اور ذمہ داری لے لی ہے"۔ (مشکوٰۃ)

یہ تھا ملک شام اور یہ تھی وہاں والوں کی قدر و منزلت ۔ غرض ایسی پاکیزہ سرزمین جو قیام گاہ انبیاء بنی اسرائیل رہ چکی تھی، عقل اور عدل کا تقاضا تھا کہ حضورؐ بھی وہاں بحکم "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اپنا ایک صحابی نمائندہ بھیجیں جو حضورؐ کی نیابت کے ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی امانتوں کے حامل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔ جو وہاں حضورؐ کی شان بادشاہی دکھلا دے۔ جو زیور علم و اجتہاد سے آراستہ، لباس ہدایت میں ملبوس تاج حلم سے مزین امن کا داعی و پیامبر، حکمت و دور اندیشی کا مجسمہ، خلق اللہ میں محبوب، نبیؐ آخرزماںؐ کا ابن عم اور دعا یافتہ ہو۔ خلفاء اربعہؓ کے بعد سیدنا معاویہؓ سے زیادہ کوئی فرد ایسی جگہ کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا تھا جن کا خاندان کئی پشتوں سے کامیاب سرداری قوم پر فائز تھا۔ مناسبت مقام کے لحاظ سے میں اپنی ایک غزل کے چند اشعار یہاں درج کرتا ہوں۔

ثانی عمرؓ سے بھی ہے سوا وہ غبار راہ	اسپ معاویہؓ کے جو نتھنوں میں پڑ گیا
سُنکر تمہارا نام مسلماں تو کھل گئے	لیکن عدوئے دین کا چہرہ بگڑ گیا

وہ خط جسکی شان ہے "بار کنا حولہ" بعد از رسل تمہارے ہی حصہ میں پڑ گیا
حُبِ معاویہؓ تو ہے مقیاسِ دین سراج رکھا جو اُن سے بغض کرا یماں بگڑ گیا

فصل دوم

ازالۃ الخفا مقصد اول مترجمہ مولانا کاکوروی میں ہے "نقل متواتر سے کہ جس سے زیادہ معتبر شرعیات میں کوئی نقل نہیں ہے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جو فتنہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے قریب پیدا ہوا آنحضرتؐ نے اسکی جانب اشارہ کیا اور ایسی واضح تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جس سے زیادہ تفصیل دوسرے احکام شرعیہ میں نہیں پائی جاتی اور آپؐ نے حضرت عثمان کی شہادت کو زمانۂ خیر اور زمانۂ شر کے درمیان حد فاصل قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ بعد شہادت حضرت عثمانؓ کے خلافت بطریق نبوت نہ رہیگی اور کاٹنے والی سلطنت ظاہر ہوگی۔" کاٹنے والی کے لفظ سے واقعات حرب و قتال کا پیش آنا اور ایک کا دوسرے پر حملہ کرنا اور سلطنت کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑنا بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر احادیث میں خلفائے ثلاثہؓ ہی کو ایک حکم میں جمع کیا۔ معلوم ہوا تینوں بزرگوار کسی نہ کسی مرتبہ میں باہم برابر ہیں اور انکے ساتھ اس مرتبہ میں کوئی انکا شریک نہیں۔ وہ احادیث یہ ہیں:۔

۱۔ ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں۔ "میں محاصرۂ عثمانؓ کے زمانہ میں دار (دار الامارۃ) میں

موجود تھا جس وقت کہ سیدنا عثمان رضؓ نے چھت پر سے بلوائیوں کو جھانک کر دیکھا اور کہا ذرا اپنے دونوں سرداروں کو میرے پاس لے آؤ جو تم سب کو میرے خلاف اکٹھا کرکے یہاں لائے ہیں تو انکو سامنے لایا گیا وہ دونوں ایسے موٹے تھے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے تو حضرت عثمان رضؓ نے انکو خدا کی قسم دیکر (چند باتیں کہیں انمیں یہ بھی) فرمایا کہ کیا تمھیں یہ واقعہ معلوم ہے کہ میں ایکبار حضورؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ مکہ کے کوہ ثبیر پر تھا کہ ناگاہ وہ پہاڑ ہلنے لگا کہ اسکے ڈھیلے پتھر نیچے لڑھکنے لگے تو حضورؐ نے اس پر پائے مبارک مار کر فرمایا اے ثبیر! تھم جا۔ تیرے اوپر ایک نبی۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں" تو وہ بولے "ہاں بخدا ہم اسے جانتے ہیں"۔ حضرت عثمان رضؓ نے زور سے تکبیر کہی اور تین بار فرمایا قسم ہے ربِّ کعبہ کی انھوں نے میرے جنّتی ہونے کی گواہی دیدی"۔ (جمع الفوائد دوم ص۲۰۲ بحوالہ ترمذی ونسائی عن ثمامہ بن حزن۔ اوّلہ: شھدت یوم الدار حین اشرف علیھم)۔ (ب) اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث اور ہے وہ یہ کہ ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر اور سعد بن ابی وقاص مکہ کے کوہ حرا پر تشریف رکھتے تھے تو ایک چٹان ہلنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تھم جا کیونکہ تیرے اوپر یا نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے (رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرہ۔ اوّلہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ھو و ابوبکر الخ۔ جمع الفوائد دوم ص۲۰۲) اسمیں حضرت عمرؓ کا نام نہیں ہے۔ اسمیں نبیٌ صدیقٌ شہیدٌ پر جو تنوین ہے وہ وحدت کی نہیں بلکہ اس سے مراد نوع نبی، نوع صدیق اور نوع شہید ہے

(ج) اسی مضمون کی ایک تیسری حدیث اور ہے۔ حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ف۔ میرا خیال ہے کہ یہ دونوں سودان بن حمران سکونی اور کنانہ بن بشر تجیبی ہونگے۔ یہی دونوں سیدنا عثمان رضؓ کے اصل قاتل تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کو فراست ایمانی اور کشف روحانی سے انکی شقاوت کا حال معلوم ہوگیا تھا اسلئے صرف انھیں دونوں کو سامنے بلوا کر اتمام حجت کرنے کیلئے سب کے سامنے ان سے گفتگو فرمائی۔ ۱۲۔

ایکبار خود اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ مدینہ کے احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے فرمایا اے احد ساکن ہو (راوی کہتا ہے کہ) مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ آپؐ نے اسے اپنے پاؤں لگے مارا بھی تھا اور فرمایا تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں (رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی عن انسؓ - اقولہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احداً و ابوبکرؓ الخ) جمع الفوائد دوم

۲- ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے گھر میں وضو کیا پھر چلا اور میں نے ارادہ کیا کہ میں آج دن بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہوں گا تو مسجد نبوی میں آکر حضورؐ کو دریافت کیا لوگوں نے کہا آپ کہیں اسطرف کو گئے ہیں تو میں بھی آپؐ کے پیچھے اسطرف کو چلا (معلوم ہوا کہ) حضورؐ اریس نامی کنوئیں کے احاطہ میں تشریف لے گئے ہیں میں دروازہ ہی پر رک گیا اسکا دروازہ شاخوں سے بنا ہوا تھا یہاں تک کہ حضورؐ نے قضاء حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا تو میں سامنے حاضر ہوا دیکھا تو آپؐ اریس کنوئیں کی جگت کے بیچ میں تشریف رکھتے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولے ہوئے کنوئیں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے میں نے آپکو سلام کیا اور پھر واپس دروازہ کے پاس آیا کہ آج حضورؐ کا چوکیدار بن کر بیٹھوں گا۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے دروازہ کو دھکا دیا تو میں نے پوچھا کون ہے؟ وہ بولے ابوبکرؓ میں نے کہا اچھا ٹھہرے رہئے پھر میں نے حضورؐ کے پاس آکر کہا کہ ابوبکرؓ آنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں آنے دو اور انھیں جنت کی خوشخبری دیدو تو میں نے ابوبکرؓ سے آکر کہا کہ اندر آجائیے اور حضورؐ نے آپکو جنت کی بشارت بھی دی ہے تو وہ اندر گئے اور حضورؐ کے داہنے جگت پر بیٹھ گئے اور حضورؐ ہی کیطرح پنڈلیاں کھولکر اپنے پیر بھی کنوئیں میں لٹکائے پھر میں لوٹ کر اپنی جگہ آبیٹھا میں اپنے گھر پر وضو کرتا اپنے بھائی کو چھوڑ آیا تھا کہ وضو کر کے مجھ سے آملیگا اسی کو سوچنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میرے بھائی کے ساتھ بھلائی منظور

ہوگی تو حضورؐ کی اس بشاشت کی حالت میں آپکے پاس، میرے بھائی کو بھی پہنچا دیگا کہ اتنے میں کسی نے دروازہ ہلایا میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا عمرؓ میں نے میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں نے حضورؐ سے آکر کہا کہ اب عمرؓ آپکے اندر آنیکی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپنے فرمایا ہاں انھیں بھی آنے دو اور انکو بھی جنتی ہونے کی بشارت دو میں نے آکر عمرؓ سے کہا آجایئے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت حضورؐ دے رہے ہیں تو عمرؓ اندر گئے اور جگت پر حضورؐ کی بائیں جانب بیٹھے اور کنوئیں میں پیر لٹکا لئے۔ پھر میں اپنی جگہ لوٹ آیا اور یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میرے بھائی کے ساتھ بھلائی منظور ہوگی تو اسے بھی ایسے میں یہاں پہنچا دیگا کہ اتنے میں پھر کسی نے دروازہ ہلایا میں نے کہا کون؟ انھوں نے کہا عثمانؓ۔ میں نے کہا ٹھہریئے۔ اور حضورؐ سے آکر کہا تو آپنے فرمایا ہاں آنے دو اور انکو ایک بلوے کے فتنہ میں پھنس کر جنتی ہونے کی خوشخبری سنا دو۔ تو میں نے لوٹ کر کہا کہ آجایئے حضورؐ آپکو ایک فتنہ میں پھنس کر جنتی ہونے کی بشارت دے رہے ہیں تو عثمانؓ بھی اندر گئے مگر دیکھا کہ جگت کے نصف دائرہ میں اب جگہ باقی نہیں تو انکے مقابل جگت کے دوسرے نصف پر جا بیٹھے (ف) ابن مسیب کہتے ہیں کہ تینوں خلفاء کے اس طرز نشست کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ حضورؐ اور شیخینؓ کی قبریں تو اسی طرح پاس پاس ہونگی اور عثمانؓ کی قبر ان سے الگ ہوگی" انتھی۔ (رواہ الشیخان والترمذی) اولہٗ: انہ (ابوموسیٰ) توضأ فی بیتہ ....الخ)

(جمع الفوائد دوم صہ۲)۔ باغ والے اس قصہ کو شاہ صاحبؒ صرف یہ ثابت کرنے کے لائے تھے کہ اس میں بھی صرف خلفاء ثلاثہ ہی کا نام اک ساتھ آیا ہے مگر ابن مسیب نے انکی طرز نشست سے ایک دوسری بات یہ بھی ثابت کی کہ مدینہ میں

انھیں تین خلفار کی قبریں ہونگی۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ "ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس بعد طلوع آفتاب کے تشریف لائے اور فرمایا میں نے فجر سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ مجھے مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید سے مراد کنجیاں ہیں کہ انسے تمام دنیا کے خزانے کھول سکوں اور موازین سے مراد یہی ترازو ہیں ہیں جن سے تولا جاتا ہے۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلہ میں میں رکھا گیا اور دوسرے پلہ میں میری تمام امت رکھی گئی اور مجھے انکے ساتھ تولا گیا تو میرا ہی پلہ بھاری رہا۔ اسکے بعد ابو بکرؓ لائے گئے اور انکو تمام امت کے ساتھ تولا گیا تو انھیں کا پلہ بھاری نکلا۔ پھر عمرؓ لائے گئے اور وہ تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو انھیں کا پلہ بھاری رہا پھر عثمانؓ لائے گئے اور وہ تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو پلہ انھیں کا بھاری رہا۔ بعد اسکے وہ ترازو اٹھالی گئی"۔ رواہ ابن مردویہ - ازالۃ الخفاء اول ص۵۸-۵۰۔ اوّلہٗ:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ بعد طلوع الشمس -- الخ

(ب) ایسی ہی ایک حدیث حضرت ابو بکرہؓ نے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری اسمیں آپؐ ابو بکرؓ کے ساتھ تولے گئے تو آپ بھاری نکلے۔ پھر ابو بکرؓ عمرؓ کے ساتھ تولے گئے تو ابو بکرؓ بھاری نکلے پھر عمرؓ عثمانؓ کے ساتھ تولے گئے تو عمرؓ بھاری نکلے۔ پھر وہ ترازو اٹھالی گئی تو اس بات سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا مگر آپنے فرمایا اسکی تعبیر خلافت نبوت ہے پھر اسکے بعد اللہ جسے چاہے گا ملک و ملوکیت ہی دیگا۔ (خلافت نبوت نہ دیگا)" انتہی۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی۔ اوّلہٗ: ان رجلا قال لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم رأیت کأن میزانا۔۔۔الخ ازالۃ الخفا راول ۱۹۵ و جمع الفوائد دوم ۲۶۳

(۳) حضرت ابو عبیدہؓ اور معاذؓ نے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کام (دین اسلام) کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی پھر آگے خلافت و رحمت ہوگی پھر ملک عضوض ہوجائیگا پھر آگے سرکشی اور جبر و فساد ہوگا۔۔۔الخ اسمیں بھی خلافت نبوت کے بعد ہی ملک عضوض (کٹکھنی سلطنت) کا ذکر فرمایا (رواہ ابویعلی اقولہ: انہ بدأ ھذا الامر نبوۃ و رحمۃ۔۔۔الخ ازالۃ الخفا راول ۶۳)۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا ہے اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں سے اسکو لے رہے ہیں کسی نے کم لیا کسی نے زیادہ۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک رسّی آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے۔ پھر میں نے یا رسول اللہؐ آپ کو دیکھا کہ آپنے اس رسّی کو پکڑ لیا اور اسکے زور سے آسمان پر چڑھ گئے۔ پھر ایک اور شخص نے آکر اس رسّی کو پکڑا اور چڑھ گیا اور اسکے بعد پھر ایک اور شخصؓ آیا اور اس نے بھی اس رسی کو پکڑا اور چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے آکر اس رسّی کو پکڑا تو وہ رسّی ٹوٹ گئی مگر پھر جُڑ گئی اور وہ شخص بھی چڑھ گیا۔ تو ابو بکرؓ بول پڑے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اسکی تعبیر بیان کردوں۔ آپنے فرمایا اچھا بیان کرو۔ ابو بکرؓ نے کہا ابر سے مراد اسلام ہے ابر سے جو گھی ٹپکا وہ قرآن کی نرمی اور جو شہد ٹپکا وہ قرآن کی حلاوت ہے۔ کم اور زیادہ لینے والے یعنی لوگ جو قرآن کا علم کم زیادہ لیں۔ اور آسمان سے لٹکتی رسی سے مراد دین حق ہے جس پر آپ ہیں آپ اسے پکڑے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالی آپکو اٹھا لیگا یعنی وفات دیگا۔ آپ

کے بعد ایک اور شخص اسکو پکڑیگا اور اسکے ذریعے سے بلند ہو جائیگا پھر ایک اور شخص اسکو پکڑیگا اور اسکے ذریعہ چڑھ جائیگا پھر ایک اور شخص اسکو پکڑیگا تو وہ رسی ٹوٹ جائیگی مگر وہ رسّی اسکے لئے جوڑ دیجائیگی اور وہ شخص بھی اوپر چڑھ جائیگا۔ یا رسول اللہ! فرمایئے میں نے ٹھیک بیان کیا یا غلط۔ آپؐ نے فرمایا کچھ ٹھیک اور کچھ غلط۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپکو قسم دیتا ہوں جو کچھ میں نے غلطی کی ہو اسکو آپ بتا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں قسم مت دلاؤ" انتہیٰ۔ (رواہ البخاری ومسلم والدارمی وابوداؤد والترمذی. عن ابن عباس: اوّلہ: کان ابوھریرۃ یحدث ان رجلاً اتی رسول اللہ ... الخ ازالۃ الخفا اول ص۵۵)۔

۵۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ "ہم سب اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضورؐ کے زمانہ میں ابوبکرؓ کا ہم پلہ کسی کو نہیں جانتے تھے پھر عمرؓ کو جانتے تھے پھر عثمانؓ کو پھر ہم جملہ اصحاب نبیؐ کو چھوڑ دیتے تھے کہ انمیں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے" انتہیٰ (رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی. اوّلہ: کنا زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل ... الخ (جمع الفوائد دوم ص۲۰۲)۔ اس روایت کے الفاظ بعض طرق میں کچھ کچھ بدلے ہوئے ہیں مگر اصل مضمون یہی ہے۔

۶۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج شب کو ایک نیک مرد کو یہ خواب دکھایا گیا ہے کہ گویا ابوبکرؓ رسول اللہ کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں اور عمرؓ ابوبکرؓ کے دامن سے اور عثمانؓ عمرؓ کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں۔ تو جب ہم لوگ حضورؐ کے پاس سے اٹھے تو ہم لوگوں نے آپسمیں کہا کہ وہ نیک مرد رسول اللہؐ خود ہیں اور ایک کا دوسرے کے دامن سے لٹکنا صاف بتا رہا ہے کہ یہ لوگ (اسی ترتیب سے) اس

۵۔ شاہ صاحبؒ نے اسکا مطلب لکھا ہے کہ "جو کچھ اس فقیر کے ذہن میں آیا وہ یہ ہے کہ غلطی سے مراد یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے ان آدمیوں کے نام نہیں ظاہر کئے جو آپؐ کے بعد رسی سے اوپر چڑھے (ازالہ ص۵۵)

امر دین کے منتظم اور متولی بننے والے ہیں" انتہیٰ (رواہ ابوداود عن جابرؓ) ولفظہٗ ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اُریَ اللیلۃ رجلٌ صالحٌ کانّ ابابکر ..... الخ (ازالۃ الخفا اول ۵۵)

۷۔ حضرت سمرہؓ بن جندب فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے
خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر ابو بکرؓ آئے اور انھوں نے اسکی عرقوہ
(لکڑی) پکڑی اور پیا مگر کچھ دھیمے دھیمے پیا پھر عمرؓ آئے انھوں نے اسکی عرقوہ پکڑلی اور اتنا پیا کہ کوکھیں
بھر گئیں، سیراب ہو گئے پھر عثمانؓ آئے اور انھوں نے اسکی عرقوہ پکڑلی اور اتنا پیا کہ انکی بھی کوکھیں
بھر گئیں پھر علیؓ آئے اور انھوں نے اسکی عرقوہ پکڑلی تو وہ کھل گئی اور اس پانی کی کچھ چھینٹیں
بھی ان پر پڑیں" انتہیٰ (رواہ ابوداود) ولفظہٗ: ان رجلا قال یا رسول اللہ! انی رأیتُ کان دلوا الخ

اس حدیث میں اگرچہ حضرت علیؓ کا نام بھی آگیا ہے مگر شاہ صاحبؒ ان احادیث سے یہ
ثابت کر رہے ہیں کہ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ ہی کو ایک حکم میں۔ جمع و شریک کیا گیا ہے وہ یہاں
بھی ثابت ہے کہ ڈول کی لکڑی پکڑ کر پانی صرف انھیں تینوں نے پیا۔ حضرت علیؓ پینے
نہیں پائے۔ (ازالۃ الخفا اول ۵۹۔ جمع الفوائد دوم ۲۰۲)۔

۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو مصطلق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
یہ پوچھنے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم لوگ اپنی زکات کا مال کسکو دیں تو میں نے حضورؐ کے پاس آکر پوچھا
آپ نے فرمایا میرے بعد ابو بکرؓ کو دینا پھر میں بنو مصطلق کے پاس گیا اور آپکا جواب بتایا انھوں نے کہا
پھر جاکر پوچھو کہ اگر ابو بکرؓ کو آفت (موت) آجائے تو کسکو دیں؟ میں نے پھر آکر حضورؐ سے پوچھا
تو آپنے فرمایا کہ پھر عمرؓ کو دیں یہ جواب میں نے ان لوگوں کو پہنچا دیا تو انھوں نے کہا کہ پھر جاکر پوچھو
کہ اگر عمرؓ کو بھی موت آجائے تو کسکو دیں؟ میں نے پھر حاضر ہو کر سوال کیا تو آپنے فرمایا پھر عثمانؓ کو
دیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ اچھا پھر جاکر پوچھو کہ اگر عثمانؓ کو بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تب کسے دیں

تو میں نے حاضر خدمت ہو کر یہ سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اگر عثمانؓ کو بھی موت آجائے تو بس تم سب کے لئے ہمیشہ خرابی اور تباہی ہے" (رواہ الحاکم اولہ بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سل لنا رسول اللہ الی من ندفع۔ الخ ازالۃ الخفاء اول ۲۹۹)

۹۔ حضرت سفینہؓ کہتے ہیں کہ "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ کی نبوی) مسجد کی بنیاد رکھی تو پہلے آپ نے خود ایک پتھر رکھا پھر حکم دیا کہ میرے پتھر کے برابر ابو بکرؓ ایک پتھر رکھیں (جب وہ رکھ چکے تو) پھر فرمایا کہ ابو بکرؓ کے پتھر کی بغل میں عمرؓ ایک پتھر رکھیں (جب عمرؓ بھی رکھ چکے تو) پھر آپ نے فرمایا کہ عمرؓ کے پتھر کے پاس عثمانؓ ایک پتھر رکھدیں اسکے بعد حضورؐ نے فرمایا یہی لوگ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں" انتہی۔ رواہ الحاکم عن سفینہ۔ اولہ: لما بنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وضع ---الخ ازالہ ص ۵۹) یہی روایت حاکم اور ابو یعلیٰ نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے بھی روایت کی ہے۔ (اولہ: لما اسس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... الخ۔ ازالہ ص ۶۰)۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کچھ اونٹنیاں قرض خریدیں اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو قرض ادا کرنے سے پہلے موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کریگا؟ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ۔ اسنے کہا اور اگر ابو بکرؓ کو بھی ادا کرنے سے پہلے موت آجائے تو دام کون دیگا؟ آپ نے فرمایا عمرؓ۔ اُسنے پوچھا اگر عمرؓ کو بھی موت آجائے تو میرا قرض کون دیگا؟ آپ نے فرمایا عثمانؓ۔ اس نے پوچھا اور اگر عثمانؓ کو بھی موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کریگا؟ آپ نے فرمایا کہ (عثمانؓ کے بعد دنیا رہنے کے قابل نہ رہیگی لہٰذا) اگر تم سے ہو سکے تو تم بھی مرجانا" انتہی۔ (رواہ الاسماعیلی فی معجمہ۔ اولہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بایع اعرابیا بقلائص الی اجل فقال ... الخ ازالۃ الخفاء اول ص ۶۰) غالباً یہی

روایت ہے جو بطریق حضرت سہل بن ابی حثمہ بھی انھیں اسماعیلی نے اپنے معجم میں روایت کی ہے اسمیں یوں ہے کہ ایک عربی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معاملہ کیا تو حضرت علی رضی کے اشارے سے اسنے بار بار یہ سوال حضورؐ سے کیا تھا۔

۱۱۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ میں جا کر آپ کے پاس (سلام کر کے) بیٹھ گیا پھر ابوبکر آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے پھر عمرؓ و عثمانؓ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں آپنے وہ کنکریاں لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھیں تو وہ کنکریاں تسبیح (سبحان اللہ) پڑھنے لگیں یہانتک کہ میں نے انکی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کیطرح سنی پھر آپ نے وہ کنکریاں زمین پر رکھدیں تو انکی آواز ختم ہوگئی۔ پھر آپنے وہی کنکریاں اٹھاکر ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ پھر سبحان اللہ پڑھنے لگیں یہانتک کہ میں نے انکی بھنبھناہٹ سنی پھر ابوبکرؓ نے بھی انکو زمین پر رکھدیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر حضورؐ نے کنکریاں اٹھاکر عمرؓ کے ہاتھ پر رکھیں تو پھر وہ سبحان اللہ پڑھنے لگیں یہانتک کہ میں نے انکی بھنبھناہٹ سنی پھر عمرؓ نے بھی انکو زمین پر رکھدیا تو وہ چپ ہوگئیں۔ تب حضورؐ نے انکو عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھدیا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں کہ میں نے انکی بھنبھناہٹ سنی تو انھوں نے بھی انھیں زمین پر رکھدیا تو آواز بند ہوگئی۔ تب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ علامت خلافت نبوت کی ہے۔ (کہ جو معاملہ خدا نے میرے ساتھ کیا وہی ان لوگوں کے ساتھ بھی کیا) انتہی۔ (رواہ البیہقی والبزار والطبرانی فی معجمہ الاوسط اولہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالساً وحدہ فجئتُ۔۔ الخ۔ ازالۃ الخفاء اول ص۹۱) ۔(ب) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کنکریاں ہاتھ میں اٹھالیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں کہ ہم نے انکی آواز سنی پھر آپنے انکو ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھدیا تو انکے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھنے لگیں

ہم نے انکی آواز سنی اسکے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کنکریاں رکھدیں تو انکے ہاتھ میں بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور ہم نے آواز سنی پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو انکے ہاتھ میں بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی کہ ہم نے انکی آواز سنی پھر ہم جتنے لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرداً فرداً سبھی کے ہاتھ میں وہ کنکریاں رکھیں مگر ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح نہ پڑھی (نہ آواز آئی)" (ازالۃ الخفا اول صفحہ ۹۱)۔

۱۴۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ برس چلتی رہیگی انتہی۔ (رواہ ابوداؤد۔ قولہ: تدور رحی الاسلام۔۔ الخ ازالۃ الخفا اول صفحہ ۹۱) (اسمیں سے دس برس خود حضورؐ کا زمانہ نکالنے کے بعد مدت خلافت پچیس سال ہوتی ہے)۔

فائدہ۔ حضرت سفینہؓ کی حدیث میں اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں جو تعارض ہے اسکے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ بظاہر ان میں تناقض ہے مگر حقیقتاً نہیں" خلافت راشدۂ خاصۃ کیلئے دو وصف لازم ہیں۔ اول خلیفۂ خاص کا موجود ہونا۔ تو یہ وصف حضرت علیؓ میں تھا آپ سابق الاسلام تھے، آپ نے ہجرت فرمائی، آپ بڑے صاحب فضائل تھے اور آپنے بہت سے اسلامی کارنامے کیئے۔ اگر اسکا لحاظ کر کے آپکو خلفاء میں شمار کریں (ازالہ صفحہ ۹۱) تب تو خلافت کی مدت حسب حدیث سفینہ تیس سال ہوتی ہے۔ دوم: مسلمانوں کا ان پر متفق ہونا تو یہ ان میں نہیں تھا۔ خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جبتک کہ آپنے مجھے اسکی خبر نہیں دیدی کہ حضورؐ کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ دین حق کے متولی بنیں گے انکے بعد میری طرف رجوع کیا جادیگا مگر میرے اوپر لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا (ازالہ صفحہ ۶۳) اگر اس وصف کا لحاظ کریں اور آپکے دور خلافت میں انتظام اتفاق نہ ہونے پر نظر کر کے آپکو خلفاء میں شمار نہ کریں تو مدت خلافت حدیث ابن مسعودؓ کے مطابق پچیس ۲۵ سال رہیگی حضورؐ نے اسی لحاظ سے انکے دور کو "ملک اور ملک عضوض" فرمایا ہے۔ (ازالہ الخفا ط ۹۱)

خاتمہ۔ یہ ہے خلافت و ملوکت کی تحقیق اور خلافت راشدۂ خاصہ اور خلافت راشدہ محضہ کا فرق جو اکابر کی برکت سے خدا کی طرف سے میری سمجھ میں آیا ہے۔ شہرت عام کا زنگ جن دلوں پر ہے وہ اگر اس سے متفق نہ ہوں تو کچھ تعجب کی بات نہیں بقول شبلی ؎

از ردّ ہمہ قبولِ تو فارغ نشستہ ایم   اے آنکہ خوب ما نشناسی زرشت ما

سراج الحق سراج مچھلی شہری

زبید بک ڈپو
۲-دائرہ شاہ اجمل روڈ
الہ آباد-۳